محمد اصغر/ ڈاکٹر تنظیم الفردوس
پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، کراچی یونیورسٹی، کراچی
پروفیسر، شعبہ اردو، کراچی یونیورسٹی، کراچی

نئی شاعری، ایک تحریک

Muhammad Asghar
PhD Scholar, Urdu Department, Karachi University, Karachi
Dr Tanzeem ul Firdous
Professor, Urdu Department, Karachi University, Karachi

"Nai Shairi": A Movement

The new poetry is, infact a serious reaction against traditionalism which revolutionizes the traditional established meaning of life with full force and creates a new atmosphere of peace, holyjoy and imagination with its ingenuity of which the people are not aware before MIR,GHALIB and IQBAL fulfill the standard of new poetry. In every age modern means a new effective creation because of conscious pain.

نئی شاعری دراصل روایت پرستی کے خلاف ایک سنجیدہ ردعمل ہے جو پوری قوت سے ابھر کر زندگی کے مروجہ معنی میں انقلاب برپا کردے اور اپنی اختراع سے نیا سکون اور قلبی راحت و تخیل کی نئی فضا تخلیق کردے جس سے لوگ قبل ازیں نا آشنا ہوں۔ میر، غالب، اقبال نئی شاعری کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔ ہر دور میں جدید کا مطلب کرب و شعور کی بدولت نئی پر اثر تخلیق ہوگا۔ الفاظ جامد صورتیں نہیں ہیں۔ یہ بیدار روحیں ہیں۔ ہر لفظ کے اندر معنی کا دل دھڑکتا ہے لیکن بمعنی قائم بذات نہیں ہوتے۔(۱) نئی اردو شاعری کے بارے میں پڑھنے والوں کے ہاں رجحانات کی نمائندگی کرتی ہے۔(۲) چونکہ قدیم دور کے شعرا اور نقادوں کے ہاں ''نظم'' کا کوئی تصور موجود نہ تھا تو انھوں نے پورے شعری سرمائے کو ہیئت کی بنیاد پر قصیدہ، غزل، مثنوی، قطعہ اور رُباعی وغیرہ کے نام سے منقسم کیے رکھا۔(۳) شاعری میں نئی یا جدید ایک اصطلاح ہے اس میں خالص شاعرانہ اظہار کیا ہے؟ اس پر تحریکات اور رجحانات کا کتنا اثر پڑتا ہے۔ ''سوغات'' کے ''جدید نظم نمبر'' میں محمود ایاز نے بھی اعتراف کیا کہ معاصر زبان کے جدید شعری رجحانات سے باخبر ہونا بھی از حد ضروری ہے اس طرف توجہ دلانے والے ادیبوں میں باقر مہدی، گریش

چندراور مقبول عالم کے نام قابلِ ذکر ہیں۔انھوں نے نقشِ اول کے عنوان سے ابتدائیے میں تحریر کیا ہے:

شاعری کو قائم بالذات بنانے اور اس کا مقصد خود اس کی ذات میں دریافت کرنے کی کوشش میں گذشتہ ایک صدی کے عرصہ میں فرانسیسی نظم نے مسئلہ مابعدالطبیعیات کو اپنے اندر سمو لیا ہے۔(۴)

جدید اردو نظم کا جائزہ، تبصرہ اور تجربہ کے حوالے سے وزیر آغا نے تحریر کیا ہے کہ شعر نے تہذیب کی ابتدا سے دو راستے اختیار کیے ہیں۔ایک راستہ جذبات کے خارزار سے نکلتا ہے اور شخصی میلانات اور واردات کے عمیق سمندر میں غرق ہو جاتا ہے اور دوسرا راستہ نظر کی خارجی زندگی سے تزئین و ترتیب پاتا ہے۔یہی راستہ زندگی کے ان گنت کرداروں کے میلانات و تجربات کے مختلف پہلو دکھاتا ہے۔یہ ایک سیدھی لکیر کی طرح بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔(۵) انجم اعظمی ''نگارِ پاکستان'' کے ''اصنافِ شاعری نمبر'' میں ''جدید نظم سے کیا مراد ہے؟'' کے عنوان سے تحریر کرتے ہیں کہ جدید ہونا ابتدا سے نا قابلِ قبول کے مترادف رہا ہے ادب ہیئت اور موضوع کے لحاظ سے عرفِ عام میں یا ہو سکتا ہے لیکن جدید موضوع معمولی اور مہمل اور نئی ہیئت ایک خالی صدف یا چکنا گھڑا بھی ہو سکتی ہے۔اس لیے جدید کے لفظ کو اس وقت اہم تصور کیا جائے گا جب وہ نئے کے ساتھ ساتھ کسی ایسے معنی کا بھی حامل ہو جو زندگی کے ادراک میں ایک جہت کا موجد ہو کسی نئے رُخ کو منور کر رہا ہو۔(۶) اٹھارویں صدی عیسوی میں شاعری انسان اور اس سے ماورا طاقتوں کے درمیان وجدانی ترسیل کا ذریعہ بننے کے لیے مصروفِ عمل رہی ہے۔''سوغات'' کے ''جدید نظم نمبر'' میں مصنف سِرل کنولی کے مضمون ''جدید شاعری کے مراحل'' کا ترجمہ کرتے ہوئے خیر النساء تحریر کرتی ہیں:

یہ طے ہے کہ نئی جدید شاعری کا وجود ہے۔اس نے نئے نئے میدانوں پر اپنا قبضہ کر لیا۔ایک تاثر کی نشوونما کی ہے اور ہمارے شعور میں وسعت پیدا کی ہے۔اس میں ذہن اور قوتِ عمل کے عناصر موجود ہیں اور اس کے ساتھ دیانت داری اور تخیل کی گہرائی جس کو ہم فوراً پہچان لیتے ہیں''

اور پہلے شمارے جون نومبر ۲۰۰۲ء میں شائع ہوا کے ایک مضمون ''جدید اردو نظم۔پاکستانی تناظر میں'' ابرار احمد رقمطراز ہیں:

اردو نظم ہو یا کوئی اور ادبی صنف اس کا زمانی یا قدری مطالعہ اس کے ماضی، اس کی روایت کے تذکرے اور شعور کے بغیر نہ تو ممکن ہے اور نہ مکمل۔یہ لکھنے کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ اردو نظم جب نظیر اکبر آبادی سے چلتی ہوئی آگے کی جانب محوِ سفر ہوئی تو اس میں بنیادی جوہری تبدیلی کا زمانہ راشد، میرا جی، اختر الایمان اور مجید امجد کا زمانہ ہے۔(۸)

''سوغات'' کے ''جدید نظم نمبر'' میں بلراج کومل "جدید نظم اور تعصب" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

اردو شاعری کی بدقسمتی ہے کہ اس کو پرکھنے کا معیار کم و بیش وہی ہے جو آج سے سو برس پہلے رائج تھا۔تعلیم و تربیت کی ترقی سے صرف یہ فائدہ ہوا ہے کہ ہم نے کچھ مردہ شانوں پر فلسفہ اور علم و حکمت کے رنگین پھول ٹانک دیے ہیں۔(۹)

شعرا نے شعر کو محض ایک پٹاخے کی سی چیز بنا کر رکھ دیا جس کے چھوٹتے ہی سامعین کے دلوں میں آگ بھڑک اٹھتی ہے۔یہ بات درست ہے کہ ہم بنیادی طور پر قدامت پرست واقع ہوئے ہیں۔ہم ہر کام باقی دنیا کی نسبت سو پچاس سال گذرنے کے بعد انجام دیتے ہیں اور جب کرتے بھی ہیں تو خوف و اضطراب کی حالت میں جدید نظم اصل میں ہماری اپنی نظم ہے جسے ہم اپنا محسوس کرتے ہیں۔(۱۰) نئی شاعری ایک رجحان کے طور پر اپنائی گئی ہے۔وزیر آغا "اردو نظم کا مزاج" میں تحریر کرتے ہیں:

اردو شاعری کے طویل ابتدائی دور میں داخلیت کی یہ روز زیادہ تر اردو غزل کے تار و پود میں رچی ہوئی نظر آتی ہے اور خارجی عناصر کے مطالعہ کے لیے نظم کے حربے کی طرف ایک واضح رجحان دکھائی دیتا ہے۔(۱۱)

انجم اعظمی نے جدید نظم میں کرب کی شمولیت کو جزو لاینفک قرار دیا ہے انھوں نے لکھا ہے کہ آج شعرِ جدید کے معنی نظم معری یا آزاد نظم نہیں بلکہ وہ غزل، پابند نظم، آزاد اور مُعریٰ نظم ہے جس کی تخلیق میں زمانے کا دکھ درد شامل ہو۔(۱۲) شاعری کو اگر عصرِ

جدید سے منسلک کیا جائے تو جدید شاعری اضطراب کا تاریخی نچوڑ ہے۔ جو درونِ خانہ ہنگاموں کو دائرہ زبان میں لا کر ذات کے داخلی توسط سے تخلیق پاتا ہے۔ اسی رجحان کو نئی شاعری کہا جا سکتا ہے۔(۱۳) نئی شاعری کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے اذہان کی از سر نو تربیت کریں۔(۱۴) اس حوالے سے آل احمد سرور نے بجا کہا ہے کہ ہر زمانے میں اظہارِ خیال کے طریقے بھی وجود میں آتے ہیں لیکن ان کی تخلیق خلا میں نہیں بلکہ روایت کی خوبی اور خامی سے وجود پاتی ہے۔ اس لیے روایت سے واقفیت بھی از حد ضروری ہے۔(۱۵) نئی شاعری سے مراد نظم یا غزل نہیں لیکن عموماً ایسے افراد جو نظم کو ہی صرف نئی شاعری کا نام دیتے ہیں غزل کی بلاوجہ مخالفت کرتے ہیں۔ ابرار احمد لکھتے ہیں:

> ایسے شعرا نظم کو ایک ماڈرن بلکہ الٹرا ماڈرن صنف خیال کرتے ہوئے، ساتھ ساتھ غزل کو دقیانوسی صنفِ سخن قرار دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں لیکن اس انتہا پسندی کی تہ میں اتر کر دیکھا جائے تو با آسانی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ایسے شعرا دراصل غزل کہنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔(۱۶)

''سوغات'' میں شائع شدہ ایک مباحثہ جس کا عنوان تھا ''جدید نظم کی ہیئت و تشکیل'' میں خورشید الاسلام نے مشرقی شاعری کے ارتقاء کا تذکرہ کرتے ہوئے غالب کے اس شعر کو بطور مثال پیش کیا۔(۱۷):

رنگ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا
جسے غم سمجھ رہے ہو وہ اگر شرار ہوتا

انجم اعظمی واضح کرتے ہیں کہ ایسی نئی شاعری جس میں زمانے کا کرب پایا جائے نئی شاعری کے زمرے میں آئے گی۔(۱۸) اگر صرف جدید لفظ پر غور کیا جائے تو روح معنی تک رسائی کے بغیر مسئلہ حل نہیں ہو سکے گا۔ عزیز احمد مدنی اپنی کتاب ''جدید اردو شاعری'' میں تحریر کرتے ہیں:

> پہلا لفظ جدید، ایک عہد زمانے کا تعین کرتا ہے اور قدیم کی ضد ہے۔ تاریخِ عالم میں عہد قدیم حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی ولادت پر ختم ہو جاتا ہے۔(۱۹)

میرا جی نے ایک مضمون ''جدید شاعری کی بنیادیں'' میں تحریر کیا ہے:

> نئی شاعری اپنے بلند اور وسیع امکانات کے باوجود ابھی تک ایک تجربہ ہے ایک ایسا تجربہ جس سے فوری تکمیل کی توقعات بے معنی اور نامناسب ہیں۔(۲۰)

نظمِ جدید اس نظم کو کہا جائے گا جس میں عہد سانس لے رہا ہو اور اس دور کا ہر شخص اپنی ذہنی، جسمانی اور روحانی زندگی کے ساتھ دکھائی دے۔(۲۱) حامد عزیز مدنی لکھتے ہیں کہ زندگی کی وسعتوں میں وقوع پذیر حیرت انگیز انقلابات انسانی معاشرے میں ان کے تنوع اور گہرائی کے لحاظ سے شاعری وسیع پیمانے پر ''جدید ذہن'' کی شاعری کہلائے گی۔(۲۲)

ڈاکٹر وزیر آغا ''اردو نظم کا مزاج'' میں تحریر کرتے ہیں کہ ہماری نظم میں عرصہ دراز تک تغزل دکھائی نہیں دے رہا تھا تا آں کہ عظمت اللہ، حفیظ جالندھری اور دیگر شعرا کے ہاں اس روش کے نقوش ظاہر ہوئے اس ضمن میں اختر شیرانی کی نظموں کا تذکرہ از حد ضروری ہے۔(۲۳) جدید نظم میں نئی شاعری اور ثنویت زدہ تنقید کے عنوان سے افتخار جالب نے اسے ایک تحریک قرار دیا ہے۔ ان کے مطابق گلوبلائزیشن کی حمایت و مخالفت سے ملتی جلتی کیفیت ۱۹۵۱ء سے ۱۹۷۸ء تک لاہور میں واقع ہوئی۔ جدید شاعری سے متعلق ایک مضمون صفدر میر نے تحریر کیا جس نے سب خرافات ہے! اس کے بعد ظہیر کاشمیری، قتیل شفائی اور ممتاز حسین میدان میں کود پڑے۔ "امروز"، "مشرق"، "پاکستان ٹائمز" اور "ڈان" نے بھی نئے شعرا کی حمایت شروع کر دی۔ محمد حسین عسکری کا جاری کردہ اضطراب بڑھ گیا۔ اس زمانے کا یادگار مضمون انتظار حسین کا تھا جو بعنوان ''پوچھتے ہیں وہ کہ مادھو کون ہے؟'' شائع ہوا۔(۲۴) ''معاصر شاعری'' کے شمارہ نومبر ۲۰۰۶ء میں اریکا ژونگ کی تخلیق ''فنِ شاعری'' کا ترجمہ سعید

احمد نے اس طرح کیا ہے:

"ذہن کو بھٹکنے دو
اور ہاں اجازت دو
سانس جھلملاتے سے سانس کو، قلم دو بھی
پسلیوں کے پنجرے میں ایک اک تصور کو
اس طرح سے تھم جائے منہ کے راستے سے وہ
صرف جیسے دل والی روح میں اتاریں اور
لالٹین زندہ ہو پھر کریں بیاں اس کا
پر سکوں سے ہو کر (۲۵)

نئی شاعری ایک تحریک کی حیثیت سے انجمن پنجاب کے اجلاس منعقدہ ۱۵/ اگست ۱۸۶۷ء میں شروع ہوئی۔ فتح محمد ملک ''نئی شاعری اور جدید شاعری'' کے موضوع پر اپنے مضمون میں لکھتے ہیں: ''مولانا آزاد نے اردو شاعری کے عام مواد پر عدم اطمینان کا اظہار کرنے کے بعد حاضرین با تمکین کو اردو شاعری کے احیاً کی دعوت دی۔'' (۲۶) مولانا محمد حسین آزاد نے اس موقع پر انکشاف کیا کہ اردو شاعری چند محدود احاطوں اور زنجیروں میں مقید ہو چکی ہے۔ اس کی آزادی کے لیے کوشش کی جائے۔(۲۷) نظم کی ترویج وترقی میں ''انجمن پنجاب'' کے مشاعرے قابلِ ذکر ہیں۔ حالی اور آزاد کے ان کے روحِ رواں تھے۔(۲۸) فتح محمد ملک اسی کی تائید کرتے ہیں کہ جدید شاعری کے اولین نمونے مولانا آزاد، حالی اوران کے رفقائے کار کی وہ نظمیں ہیں جو انھوں نے انجمن پنجاب سے منسلک ہونے کے بعد تحریر کیں یا ترجمہ کیں۔(۲۹) تحریک ومفہوم کا باہمی ربط ہر دور میں مختلف ہوتا ہے۔ ایک صدی قبل جب حالی نے نئی اردو شاعری کے لیے نیا راستہ تلاش کیا تو ان کے ذہن میں اس کا ایک مفہوم ضرور تھا جس سے بالکل مختلف معنی اخذ کیے گئے جو اپنے اندر نئی شاعری کے اضافی معنی رکھتا ہے۔(۳۰) چنانچہ حالی نے اسے نیچرل شاعری سے منسوب کیا جس پر مکمل آزاد تخیل کارفرما نہیں تھا۔ فتح محمد ملک نے اسے ایک مصنوعی تحریک کا نام دیا جسے انگریزوں نے اپنی سرپرستی میں شروع کرایا۔ مولانا آزاد اور مولانا حالی نے انگریزی ادب سے متاثر ہو کر ''نیچرل شاعری'' کے لیے زمین ہموار نہیں کی تھی بلکہ انگریز حاکموں کی واضح ہدایات کے تحت ان بزرگوں کو اردو شاعری کو تاریخی روایت کے جاندار سرچشموں سے علیحدہ کرنے کی کوششیں کرنا پڑی تھیں۔ نیچرل شاعری کے سب سے پہلے مشاعرہ میں مولانا آزاد نے جو تقریر کی تھی، وہ آزاد کی نہیں کرنل ہالرائیڈ کی تھی۔ اس تقریب سے پہلے کرنل ہالرائیڈ نے آزاد کے نام ۲۶/ نومبر ۱۸۸۴ء جو طویل خط لکھا تھا، آزاد کی تقریر کے سارے خیالات اس سے ماخوذ ہیں۔(۳۱) ''نیچرل شاعری'' نے فطرت کے عظیم ترین مظہر، حسنِ انسانی اور انسان کے عظیم ترین مظہر جذبۂ عشق کو غیر فطری قرار دے دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نظم حسن وعشق کی قید سے آزاد ہے۔ حالی کے نظریات کی عکاسی اس شعر میں سمٹی ہوئی ہے:

حالی اب آؤ پیرویِ مغربی کریں
بس اقتدائے مصحفی و میر کر چکے(۳۲)

حالی نے مصحفی ومیر کی اقتدا سے انکار کی جو کیفیت پیش کی ہے اس کا مقصد سیاسی تھا۔ ہماری نئی شاعری میں اس کمی کا احساس غزل یا نظم کی وجہ سے نہیں بلکہ تعلیم کی وجہ سے تھا کیونکہ انگریزوں کی آمد سے قبل شاعری کے عیوب کی جڑ ہمارا قدیم نظامِ تعلیم تھا۔ عظمت اللہ خان کی تنقیدی بصیرت کا حاصل بھی یہی ہے۔(۳۳) اقبال نے بھی ہمیں اس طرح آگاہ کیا کہ اب عقل سے کام لینے کی ضرورت ہے:

عشق اب پیروی عقلِ خدا داد کرے

آبرو کوچۂ جاناں میں نہ برباد کرے

حالی نے جسے نظمِ جدید کا نام دیا وہ ہمارا سرمایہ اس وقت بن سکتی ہے جب اس کی ہیئت اور موضوع دونوں میں جدت پائی جائے۔ لفظ جدید صرف اپنے عہد کے مطابق اعتبار پانے کے بعد ہی ہمارا سرمایہ بن سکتا ہے۔(۳۴) ہر دور میں جدت و نئی شاعری کا معیار مختلف ہوتا ہے۔ میر اور غالب سے لے کر آج تک تمام معتبر شعرا اپنے اپنے عہد کے کسی نہ کسی حد تک جدید شاعر ضرور تھے۔ یہاں جدید ہونے کے لیے نظم گو ہونے کی شرط نہ پہلے کبھی تھی اور نہ اب ہے۔(۳۵) آزادیِ اظہار کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ کسی خیال کے زیر اثر ہی لکھا جائے۔ اگر اس روش کو اپنا لیا جائے تو ادب بڑے شعرا کا خالق نہیں ہو سکتا کیونکہ عظیم ادیب کی پیروی و نقالی سے خود شاعر کا وجود غائب ہو جاتا ہے اور اسے رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ہوئی ہے زیرِ فلک امتوں کی رسوائی

خودی سے دین و ادب جب ہوئے ہیں بیگانہ

مولانا حالی کی جدید شاعری کی تحریک ایک سیاسی تحریک تھی، اصلاح کا مقصد دراصل ایک ثانوی بلکہ ضمنی تھا۔ شاعری کو خالص سیاسی مقاصد کے تحت مولانا حالی نے قوم کی زبوں حالی کو دور کرنے کا جو کارنامہ انجام دیا ہے اس سے انکار ناممکن ہے لیکن اس سے بھی گریز نہیں کیا جا سکتا کہ شاعری کا وقتی سیاست کا چاکر بن جانے سے شاعر کا وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ اس کے سر پر ایک تلوار مسلسل لٹکنے لگتی ہے۔ اس تلوار کو نقاد کا نام بھی دیا جا سکتا ہے۔(۳۶) دنیا کے اثرات ادب کو بھی متاثر کر رہے تھے یوں انیسویں صدی کی آخری دہائی سے ہماری ادبی تحریکوں پر یورپ کے اثرات دکھائی دیے اور اسلوب کے نئے زاویے بھی نظر آئے۔(۳۷)

میرا جی نے بھی اپنے ایک مضمون ''جدید شاعری کی بنیادیں'' میں اس بات کا اعتراف کیا کہ کچھ لوگ اردو کی آزاد نظم کو نئی شاعری کہنے لگے ہیں۔ میں ان میں سے نہیں ہوں۔ کچھ لوگ آزاد نظم کے ساتھ موضوع کے لحاظ سے مزدور اور عورت کو ملا کر نئی شاعری سمجھتے ہیں، میں اُن سے بھی اتفاق نہیں کرتا۔ میرے خیال میں نئی شاعری ہر اس موزوں کلام کو کہا جا سکتا ہے جو ہنگامی اثر سے ہٹ کر فکر کی عکاس ہو۔ اگر کوئی شاعر روایتی بندھنوں سے الگ رہ کر اپنی انفرادیت کو نمایاں کرتا ہے تو وہ نیا شاعر ہے ورنہ پرانا۔ اس طرح نظیر اکبرآبادی سے نئی شاعری کا آغاز ہوتا ہے۔(۳۸) جدت کو اپناتے ہوئے خوف دامن گیر ضرور ہوتا ہے اور خدشات بھی ذہن میں آتے ہیں۔ سارتر کہتا ہے:

> ہمارا عہد ہی ہمارے وجدان و آگہی میں درون خانہ ساری تخلیقی کارکردگی کا باعث ہے۔ وہ اپنی قطعیت میں بنتی ہوئی تاریخ کی تہ میں اس کی جدلیات ہے۔ ہر عہد اپنی اضافی داخلیت سے ایک زندہ قطعیت رکھتا ہے جو تاریخ کی اندونی جدلیات کی تجسیم ہوتا ہے۔(۳۹)

تقسیم ہندوستان کے بعد اردو نظم پر شعراء کے انفرادی مطالعے سے قبل نظم میں مروج رجحانات پر چند باتیں اس نئی نظم کی تفہیم میں مدد دے سکتی ہیں کیوں کہ یہ نظم کسی ایک مقررہ ڈگر پر نہیں چل رہی۔ اس میں مختلف اسالیب، تخلیقی برتاؤ اور لفظیات کی علامتیں ملتی ہیں۔(۴۰) بیسویں صدی شعری جذبے کے بیان یا اُس کی شرح کرنے کی سعی نہیں کرتی حالانکہ یہ کام تو نثر نگار یا ناول نویس کا ہے۔(۴۱) برعظیم کے تاریخی انقلاب کے اثرات نے ہمارے بعض ادیبوں اور شاعروں کو بھی بدحواس کر دیا ہے۔(۴۲) اختر احسن نے اپنے ایک مضمون ''نئی شاعری کا منشور'' کے تحت لکھا ہے:

> نئے شاعر کی شاعری ڈگڈگی والے کا تماشا ہے۔۔۔ نیا شاعر کبھی مابعد الطبیعیاتی طرز کے اشاراتی ڈرامے پیش کرتا ہے اور پھر فوراً بعد زور زور سے پیٹ بجانا شروع کر دیتا ہے۔(۴۳)

اس تمام تر کارروائی کا سبب برق رفتار تغیرات ہیں جن کا شکار اردو شعراء کو نہیں ہونا چاہیے۔ افراتفری سے بچاؤ از حد ضروری ہے۔(۴۴) تاہم جدید شاعری نے ۱۹۳۶ء کے بعد نئے فکری زاویوں کا اضافہ کیا۔(۴۵) تخلیق کے لیے نیا تصور وجود میں آیا۔ محمد عسکری نے واضح کیا کہ ہر دور میں کوئی صنفِ ادب ایسی ضرور ہوتی ہے جسے انسانی تقدیر کا کوئی نہ کوئی تصور تخلیق کرنے کا بوجھ اُٹھانا پڑتا ہے۔(۴۶) مغربی شاعری کے با قاعدہ تراجم کا سلسلہ شروع ہوا۔ مولانا شرر، سر عبدالقادر اور مولانا تاجور نجیب آبادی نے صرف اپنے رسائل میں انگریزی نظموں کے تراجم شائع کیے بلکہ تنقیدی ہدایت نامے بھی شائع ہوتے رہے جو ہمارے ادبا کو مغربی ادب سے آزادانہ طور سے متاثر ہونے کی بجائے مغربی تقلید پر اکساتے رہے۔(۴۷) سیاسی حالات کے پس منظر میں انگریز تحریک خلافت سے خوفزدہ تھے اور ہندوستانی جذبات کا رُخ دجلہ کی بجائے گنگا کی طرف مڑنا چاہتے تھے انھیں اس بات کا بھی احساس تھا کہ اقبال پیغام اتحاد اور ارضِ مشرق کی آزادی کا خواب دکھا رہا ہے۔(۴۸) چونکہ انھوں نے شاعری کا موضوع عقل کی طرف موڑ دیا۔ ''ضربِ کلیم'' میں علامہ اقبال کا یہ شعر ایک مثال ہے:

عشق اب پیروئ عقل خدا داد کرے
آبرو کوچۂ جاناں میں نہ برباد کرے

علاوہ ازیں انھوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو ملی اتحاد کا پیغام بھی دیا:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

اقبال کے عہد کے نوجوان شعرا جوش و فراق ، حفیظ و اختر شیرانی نئے فکری موڑ پر جا پہنچے۔ ان میں مخدوم محی الدین (۱۹۰۸ء)، ن۔م راشد، (۱۹۱۰ء)، اسرارالحق مجاز (۱۹۱۱ء)، فیض احمد فیض (۱۹۱۱ء)، میراجی (۱۹۱۲ء)، جاں نثار اختر (۱۹۱۲ء)، معین احسن جذبی (۱۹۱۲ء)، علی سردار جعفری (۱۹۱۳ء)، احمد ندیم قاسمی (۱۹۱۲ء) اور اختر الایمان (۱۹۱۵/ ۱۹۱۸ء) کے نام نمایاں ہیں۔ راشد، اختر الایمان اور میراجی ترقی پسند تحریک میں شامل نہیں تھے مگر ان کے ہاں بھی حقیقت پسندی کا رجحان غالب ہے۔(۴۹) تقسیم کے عمل کے دوران میں شعرا کے چڑ چڑے پن پر تنقید ہوئی تو اس نکتہ چینی اور ناقدین حضرات کے غم و غصے کے خلاف ان میں بڑا شدید ردِعمل ہوا۔ ان ہی کی صفوں میں ایسے شاعر بھی موجود تھے جنھوں نے ہمعصر ہنگاموں سے پیدا ہونے والی تکلیف دہ، سوہانِ روح حقیقت کو نظر انداز کرنا پسند کیا۔(۵۰) اقبال فردِ واحد نے مغربی نظریات کا مطالعہ کیا اور سیاسی مصلحتوں کی بجائے بین الاقوامی حالات کا مشرقی اندازِ فکر سے مطالعہ کیا تو یہ تحریک بے جان ہوگئی۔(۵۱) دوسری طرف مختلف دبستانِ خیال سے وابستہ شعراء پر ان حالات کا بڑی شدت سے ردِعمل ہوا۔ ان میں مختلف فلسفیانہ نقطۂ نظر رکھنے والے شعرا بھی شامل تھے۔ مثلاً تجریدی، ترقی پسند، مذہبی اور غیر مذہبی غرضیکہ ہر قسم کی ذہنیت کے شاعر گرد و پیش کے ماحول سے متاثر ہوئے (۵۲)۔ اسلام سے بیزاری کے سبب ن۔م راشد اور میراجی کی شاعری میں نوجوان اپنے آپ کو تحریکِ خلافت کی ناکامی کے بعد ہندوستانی بنانے میں مصروف نظر آتا ہے۔ میراجی کا سفینہ ڈولنے لگتا ہے اور وہ کہتے ہیں:

لیکن افسوس کہ میں اب بھی کھڑا ہوں تنہا
ہاتھ آلودہ ہے، نمدار ہے، دھندلی ہے نظیر
ہاتھ سے آنکھ کے آنسو تو نہیں پونچھے تھے

(لب جوئبارے)

آپ ہی آپ بات کبھی بن بھی سکی
اب سمجھتا ہوں کہ یوں بات نہیں بنتی ہے

آپ ہی آپ میں شرمندہ ہوا کرتا ہوں

(رخصت)(۵۳)

نئی شاعری کی تحریک میں صوفی شعرا نے انسان کی روح کی نجات کی ذمہ داری قبول کر لی تھی۔ حالی نے برصغیر ہند کے مسلمانوں کی زبوں حالی کو بیان کیا۔ اقبال کو بیداریٔ وطن کا کام سونپا گیا۔ ترقی پسند شعرا کا خیال تھا کہ وہ ایک صحت مند سماج کی نشو ونما کے ذمہ دار ہیں لیکن نئی شاعری کے خالق صرف اپنے ہی کیے ذمہ دار ہیں۔ ان کی ذمہ داری بھی اس بے درد دنیا میں صرف اپنا تحفظ ہے۔ ایک نقاد نے یہ رائے بھی دی ہے کہ جدت پسندی کوئی تحریک نہیں ہے! یہ تو آلہ کار ہے، ماضی پر حملے کرنے کا اور حال و مستقبل کی ترجمانی کا، دوسرے الفاظ میں اگر پڑھنے والے کو یہ محسوس ہو کہ شاعر غیر متوقع باتیں کر رہا ہے اور کسی اور دیس کے گیت الاپ رہا ہے تو یہ خیال کرنا چاہیے کہ وہ جدید شاعر ہے!(۵۴) زمان ومکاں کے تغیرات کی آگہی نے ہمارے عظیم شاعر اقبال کو متاثر کیا تو انھوں نے لکھا:

تیرے آسمانوں کے تاروں کی خیر
زمینوں کے شب زندہ داروں کی خیر

اردو کی نئی شاعری میں ''پیامِ مشرق'' کا دیباچہ نئے زمانے کا ایک فکری موڑ ہے جوان کی بنیادی فکر اور جدید علوم اور سائنس کے انکشافات کے اتصال کا ادراک ہے۔(۵۵) آئن اسٹائن پر ایک نظم میں اقبال لکھتے ہیں:

جلوہَ می خواست مانندِ کلیم ناصبور
تا ضمیر مستیز او کشود اسرار نور
از فراز آسماں تا چشمِ آدم یک نفس
زود پروازے کہ پرواز نہ آید در شعور
خلوت او در زغال تیرہ فام اندر مغاک
جلوتش سوزد درختے را چوخس بالائے طور

(پیامِ مشرق،۱۹۲۳ء)

یہ صدی متضاد، متصادم نظریات و وجدان کی کیفیات پر مبنی تھی۔ بدلتے رجحانات نے نئی شاعری کو بھی متاثر کیا:

ع عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا

نئی شاعری (ترقی پسند) کا آغاز ہوا تو رومانیت اور حقیقت نگاری کا باہم ملاپ ہوا۔ ترقی پسند تحریک نے اقبال کی رومانیت سے تخلیقی طاقت اور جوش کی رومانیت سے بغاوت کا جذبہ حاصل کیا۔ پریم چند کی حقیقت نگاری کی شمولیت سے اس تحریک نے داخلیت سے خارجیت کی طرف سفر شروع کر دیا اور ادیب کی فکر کو بہبود انسانیت کی راہ سجھائی دی۔(۵۶) ''انگارے'' کے مصنفین، احمد علی، سجاد ظہیر، رشید جہاں اور محمود الظفر کے بارے میں سید احتشام حسین نے تحریر کیا ہے کہ یہ مصنفین زندگی کی یک رنگی اور بے کیفی سے گھبرا کر جذباتی تصورات کا شکار تھے۔(۵۷) اس تحریک کے خلاف مشرقی روایات کے حامل مصنفین جن میں نیاز فتحپوری اور عبدالماجد دریابادی کے نام سر فہرست ہیں نے اس کتاب کی مخالفت میں مضامین جب کہ ''مدینہ'' اخبار نے مخالفانہ اداریے تحریر کیے۔ چنانچہ مارچ ۱۹۳۳ء میں اس کو ضبط کر لیا گیا۔(۵۸) ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری کا مقالہ ''ادب اور زندگی'' شائع ہوا تو نوجوان ادبا کی بغاوت زندگی سے منسلک کر دی گئی اور اس طرح وہ بنیاد وجود میں آئی جس پر ترقی پسند تحریک جاری رہی۔ صحیح ادب انسانیت کے مقاصد کا ترجمان ہو۔ لوگ اس سے اثر قبول کرتے ہوئے خدمتِ خلق کی طرف مائل ہوں۔ ہر سچا ادیب تمام ترجانبداری اور تعصّبات سے بالاتر ہو کر انسانیت کی وحدت کا پیغام دے۔ ادیب انسانی تقسیم کی

بجائے اخوت و مساوات کی حمایت کرے۔(۵۹) ترقی پسند مصنفین کی تحریک کا مختلف زبانوں پر اثر ہوا اور انھوں نے نئی بیداری اور شعور کا احساس دلایا اور اس کا اثر واضح دکھائی دیتا ہے۔(۶۰) سجاد ظہیر کے اعلان نامہ کی نقل یہاں پہنچی تو اس پر کسی حیرت کے بغیر زیادہ تر ادیبوں نے دستخط کر دیئے جن میں منشی پریم چند، حسرت موہانی، مولوی عبدالحق، ڈاکٹر عابد حسین، نیاز فتحپوری، جوش ملیح آبادی، قاضی عبدالغفار، علی عباس حسینی اور فراق گورکھ پوری کے نام شامل ہیں۔(۶۱) حسرت موہانی، پریم چند، جوش ملیح آبادی اور فراق گورکھ پوری نے سائنٹیفک حقیقت پسند اور پامال ایشیائی قومی تحریکوں کا پاس رکھتے ہوئے ایک پلیٹ فارم دیا گوان شعراء اور ادیبوں کے ہمعصروں کا کل مطمحِ نظر وہی نہیں تھا جو ترقی پسند تحریک کا تھا مگر اپنی وسعت نظر اور انسان دوستی کے علاوہ تہذیبی بقا کی پاسداری کی بنا پر انھوں نے ترقی پسند تحریک کا ساتھ دیا۔(۶۲) ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

یہ نتیجہ اخذ کرنا درست ہے کہ انسانی بہبود کا مسئلہ صرف ترقی پسند ادبا کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ اس میں برصغیر کے ہر طبقۂ خیال کے ادبا شامل تھے۔(۶۳)

معنوی لحاظ سے دیکھا جائے تو اردو میں ترقی پسند شاعری کی اولین تاریخی روایت علی گڑھ اور انجمن پنجاب کی تحریکوں سے عبارت ہے۔(۶۴) محمد حسین آزاد نے نئی شاعری کو انکشافِ فطرت اور حالی نے مقصدِ ملی کے لیے استعمال کیا۔ اکبر الہ آبادی، چکبست، شبلی نعمانی اور ظفر علی خاں کی شاعری میں بالائی سطح پر مقصدیت نظر آتی ہے اقبال نے نئی شاعری کا رُخ مسائلِ حیات کی طرف موڑ دیا۔ تاہم اقبال کی ترقی پسند تحریک نے اپنی روایات اور احیا کی مخالفت کی لیکن اقبال نے اپنی قوت مسلمانوں کے روشن ماضی سے حاصل کی۔ اس لحاظ سے اقبال داخلی طور پر ترقی پسند تحریک سے مطابقت نہیں رکھتے۔(۶۵) جوش ملیح آبادی کی نئی شاعری میں تحریک کا باعث لااُبالی پن اور حیدر آباد کی ملازمت سے برطرفی کا ردِعمل ہے۔ ان کی شاعری انگریز حکومت کے خلاف رہی۔ ان کی مشہور نظمیں "غلاموں کی بغاوت"، "ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام"، "نظامِ نو" اور "انسانیت کا کورس" اسی کا حصہ ہیں۔ نظریاتی شاعری میں اگر کسی شاعر کو دوام ابد حاصل ہے تو وہ فیض احمد فیض ہیں۔ ان کے کلام میں فن اور نظریے کا کیمیائی امتزاج دکھائی دیتا ہے۔(۶۶) انسان اور مشینی زندگی کا اثر اس عہد میں ہماری شاعری میں آچکا تھا۔(۶۷) مجاز نے فکر کے زاویوں کو اپنی بے تاب طبیعت، سفاک ذہانت اور شعری آہنگ سے اردو کی روایت کے چشمے سے نتھرا ہوا آبِ تازہ عطا کیا۔(۶۸) مجاز کے چند مصرعے دیکھیے:

شہر کی رات اور میں ناشاد و ناکارہ پھروں
جگمگاتی سڑکوں پر آوارہ پھروں
غیر کی بستی میں کب تک در بدر مارا پھروں
اے غمِ دل کیا کروں، اے وحشتِ جاں کیا کروں

اپنی نظم "نذرِ علی گڑھ" میں تحریر کرتے ہیں:

اسلام کے اس بت خانے میں اصنام بھی ہیں اور آواز بھی
تہذیب کے اس میخانہ میں شمشیر بھی ہے اور شاعر بھی
یہ دشتِ جنوں دیوانوں کا یہ بزم وفا پروانوں کی
یہ شہر طرب ارمانوں کا یہ خلد بریں ارمانوں کی
فطرت نے سکھائی ہے ہم کو افتاد یہاں پرواز یہاں
گائے ہیں وفا کے گیت یہاں، چھیڑا ہے جنوں کا ساز

ترقی پسند ادب کی پریشانی کا سبب کیا ہے فیض کے ایک عنوان سے الفاظ مستعار لیتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اس خواب کو

کثرتِ تغیر نے پریشان کردیا ہے جتنے منہ اتنی باتیں۔اب اصل بات کا پتہ چلے تو کیسے؟اس تحریک کے اولین علم برداروں کی بنیادی اور پہلی غلطی یہ تھی کہ انھوں نے ترقی پسند ادب کو محض اشترا کی جمہوریت کا ہم معنی سمجھا اور یوں اپنی انتہا پسندی کے باعث صرف ایک نئے قسم کے اذیت پرستانہ ادب کے سمجھانے والے بن گئے۔(۶۹) جوش ملیح آبادی کی شاعری کے مقابلے میں علی سردار جعفری نے شعوری طور پر ترقی پسند تحریک کے نظریات کو قبول کیا۔انھوں نے "انقلابِ روس" "جشنِ بغاوت، سامراجی لڑائی، سیلابِ چین اور ملاحوں کی بغاوت کے موضوعات کو نئی شاعری کا روپ عطا کیا۔(۷۰) وہ لکھتے ہیں:

کوئی اب اُڑتے شرارے کو دبا سکتا نہیں
کوئی بادل سرخ تارے کو چھپا سکتا نہیں
جاگ اُٹھے کوہ و صحرا، ناچ اُٹھے آبشار
ایک ہی ہلکے سے جھٹکے سے کلائی موڑ دے
اے مجاہد سامراجی انگلیوں کو توڑ دے

مخدوم محی الدین مخدوم کی شاعری میں رومان، انقلاب اور بغاوت کے عناصر دکھائی دیتے ہیں۔ان کا لہجہ جارحانہ ہے۔(۷۱) لکھتے ہیں:

پھونک دو قصر کو گر کُن کا تماشا ہے یہی
زندگی چھین لو دنیا سے جو دنیا ہے یہی

اسرارالحق مجاز لکھنوی کی شاعری تین حصوں میں منقسم ہے۔محبوبۂ دلنواز، ظالم سماج اور نعرۂ انقلاب(۷۲) مجاز اپنی شاعری میں عوام کو بھی مشورہ دیتے ہیں:

گرا دے قصر تمدن کا ، اک فریب ہے یہ
اٹھا دے رسم محبت ، عذاب پیدا کر
تو انقلاب کی آمد کا انتظار نہ کر
جو ہو سکے تو ابھی انقلاب پیدا کر

مجاز کو ڈاکٹر عبادت بریلوی نے رومانوی شاعر قرار دیا ہے۔(۷۳) جان نثار اختر کے برعکس ساحرلدھیانوی کے لہجے میں طنز کی زہرناکی نمایاں نظر آتی ہے۔(۷۴) اپنے اجداد کے خلاف لکھتے ہیں:

میں ان اجداد کا بیٹا ہوں جنھوں نے پیہم
اجنبی قوم کے سائے کی حمایت کی ہے
غدر کی ساعتِ ناپاک سے لیکر اب تک
ہر کڑے وقت میں سرکار کی خدمت کی ہے

ظہیر کاشمیری تاریخ اور فلسفے کا گہرا شعور رکھتے ہیں۔انھوں نے ظہیر کاشمیری تاریخ اور فلسفے کا گہرا شعور رکھتے ہیں۔انھوں نے رومان سے انقلاب کی طرف سفر نہیں کیا بلکہ زندگی کا سفر ایک مخصوص نظریے کی روشنی میں طے کیا ہے۔ان کی شاعری سُرخ انقلاب کی حقیقت کو آشکار کرتی ہے۔(۷۵) احمد ندیم قاسمی ترقی پسند تحریک سے اس وقت بے حد متاثر ہوئے جب حکومت نے سختی کی۔ ان کی نظمیں فکر کو جوش سے ہمکنار کرتی ہیں۔(۷۶) حقیقت پسندی، معاشرے کی کہنہ روایات کی پاسداری اور سیاسی وسماجی انقلابات کی آرزو نئی شاعری کا محرک ہے۔احمد ندیم قاسمی بھی اس کے پیام بر ہیں۔(۷۷) ندیم لکھتے ہیں:

یہ انقلاب کی ہے اولین جھلک کہ ندیم
ہماری کھوج میں شایان کجکلاہی بھی ہیں

ندیم زندگی کا پیغام دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

شدت درد سے بیکار ہے مرنا تیرا
زندگی سے تجھے نفرت ہی سہی
موت پیغام مسرت ہی سہی
ڈوب مرنے سے تو بہتر ہے ابھرنا تیرا

افتخار جالب نے احمد ندیم قاسمی کی شاعری کو استدلالی پتھر قرار دیا ہے۔(۷۸)انھوں نے ندیم کی نظموں میں مکمل شعریت کے فقدان کو ناگوار خیال کیا ہے۔وہ مزید لکھتے ہیں کہ استدلال اور فکری مفروضے تو ہر شاعر کے کلام میں نظر آتے ہیں لیکن ندیم نے استدلال کو بطور خاص اپنایا ہے جس سے ان کی شاعری گھنا باجتی ہے اور لطف نہیں دیتی۔(۷۹) فیض کی شاعری نئی شاعری کی عکاس ہے۔افتخار جالب لکھتے ہیں:

یہ امر واقعہ ہے کہ مفروضوں کی یک سانی کے باوجود فیض کی تخلیقات ہماری جذباتی کیفیتوں اور احساساتی ضرورتوں کی جس طرح کفایت کرتی ہیں۔احمد ندیم قاسمی کا کھڑ کھڑاتا بدیہی استدلال اس کی گرد کو نہیں پہنچتا۔(۸۰)

انھوں نے فیض کی نظم " آہستہ " کے لفظ کو شیئت کا درجہ دیتے ہوئے اسے دیدنی لکھا ہے:

رہ گذر، سائے، شجر، منزل و در، حلقۂ بام
بام پر سینۂ مہتاب کھُلا آہستہ
جس طرح کھولے کوئی بندِ قبا آہستہ
حلقۂ بام تلے سایوں کا ٹھیرا ہوا نیل
نیل کی جھیل
جھیل میں چپکے سے تیرا، کسی پتے کا حباب
ایک پل تیرا، چلا پھوٹ گیا آہستہ
بہت آہستہ، بہت ہلکا، خنک رنگِ شراب
میرے شیشے میں ڈھلا آہستہ(۸۱)

عارف عبدالمتین نے غریبی اور غیور مزاجی کا اعلان کیے بغیر ترقی پسند نظریات پر بھرپور اعتماد کرتے ہیں۔انھوں نے نئی شاعری میں عوامی کامیابی کا ذکر یوں کیا:

ہوئی ہیں خونِ بشر سے جو کھیتیاں سیراب
اُگے ہیں ان سے کبھی مہر تو کبھی مہتاب

ڈاکٹر انور سدید ترقی پسند شاعری کو ترسیل مقصد کی بدولت نثر کے زیادہ قریب قرار دیتے ہیں۔جب نثر کا کام نظم کے سپرد کر دیا گیا جس سے شاعری کی داخلی آنچ سرد پڑ گئی اور شاعری نثر کے زیادہ قریب ہو کر رہ گئی۔بلاشبہ ترقی پسند شاعری نے ہیجان پیدا کیا لیکن واقعاتی تناظر اور ردِعمل سے مبرا شاعری کم تخلیق ہوئی۔ترقی پسند تحریک کی جدید شاعری جلد زمانے کی گرد میں گم ہو گئی اور آج وہ شاعری زندہ ہے جو اپنا وجود نا معلوم عمیق سمندر سے گوہر نایاب کی مانند سعی کا حاصل تھی۔(۸۲)

نئی شاعری دراصل روایت پرستی کے خلاف ایک سنجیدہ ردِعمل ہے جو پوری قوت سے اُبھر کر زندگی کیمروجہ معنی میں

انقلاب برپا کردے اور اپنی اختراع سے نیا سکون اور قلبی راحت وتخیل کی نئی فضا تخلیق کردے جس سے لوگ قبل ازیں نا آشنا ہوں۔ میر، غالب، اقبال نئی شاعری کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔ ہر دور میں جدید کا مطلب کرب وشعور کی بدولت نئی پُر اثر تخلیق ہوگا۔ جسے قدیم سے ہٹ کر اگلے مرحلے کی طرف سفر کا آغاز کہا جاسکتا ہے۔ یوں ہر قدیم کا اگلا مرحلہ جدید ہے اور جدیدیت ایک رجحان کا نام ہے جو قدامت سے بیزاری ہے۔ جب کہ نئی شاعری قدیم سے ہٹ کر جدیدیت کی پیروی کا نام ہے۔ جس میں تخیل اور ہیئت دونوں میں کسی ایک کی تبدیلی از حد ضروری ہے۔ چنانچہ نئی شاعری صرف آزاد نظم کا نام نہیں بلکہ یہ ایک تحریک ہے جس نے فکروفن کو متاثر کیا۔

حواشی وحوالہ جات:

۱۔ محمود ایاز، سہ ماہی "سوغات"، جدید نظم نمبر، کراچی، شمارہ ۸-۷، ص ۹
۲۔ محمود ایاز، ص ۱۱
۳۔ ہاشمی، رفیع الدین، ڈاکٹر، "اصنافِ ادب" سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۶۹
۴۔ محمود ایاز، ص ۲۳
۵۔ وزیر آغا، اردو نظم کا مزاج، مشمولہ "سوغات" جدید نظم نمبر، کراچی شمارہ ۸-۷، ص ۱۷۱
۶۔ انجم اعظمی، "جدید نظم سے کیا مراد ہے؟"، مشمولہ "نگار" اصنافِ شاعری نمبر، کراچی، ۱۹۶۷ء، ص ۱۱۷
۷۔ خیر النساء، مترجم: "جدید شاعری کے مراحل" مشمولہ "سوغات" جدید نظم نمبر، کراچی شمارہ ۸-۷، ص ۱۷۱
۸۔ ابرار احمد، "جدید اردو نظم۔ پاکستانی تناظر میں" مشمولہ "معاصر شاعری" اسلام آباد، نومبر ۲۰۰۶ء، ص ۱۱، ۱۲
۹۔ بلراج کومل، "جدید نظم اور تعصب" مشمولہ "سوغات" کراچی شمارہ ۸-۷، ص ۱۸۲
۱۰۔ بلراج کومل، ص ۱۸۶
۱۱۔ وزیر آغا، ص ۱۷۷
۱۲۔ انجم اعظمی، ص ۱۱۷
۱۳۔ حامد عزیز مدنی، "جدید اردو شاعری" انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی، طبع اول ۱۹۹۰ء، ص ۵، ۶
۱۴۔ بلراج کومل، ص ۱۸۶
۱۵۔ آل احمد سرور، "جدید نظم کی ہیئت وتشکیل" مشمولہ "سوغات" کراچی شمارہ ۸-۷، ص ۱۹۱
۱۶۔ ابرار احمد، ص ۱۳
۱۷۔ خورشید الاسلام، "جدید نظم کی ہیئت وتشکیل" مشمولہ "سوغات" کراچی شمارہ ۸-۷، ص ۱۹۲
۱۸۔ انجم اعظمی، ص ۱۱۷
۱۹۔ حامد عزیز مدنی، ص ۱۵
۲۰۔ میراجی، "جدید شاعری کی بنیادیں"، مشمولہ "نگارِ پاکستان" کراچی سالنامہ ۱۹۶۵ء، ص ۱۱
۲۱۔ انجم اعظمی، ص ۱۲۰

۲۲۔حامد عزیز مدنی،ص۸۰
۲۳۔وزیر آغا،اردو نظم کا مزاج،مشمولہ "سوغات" جدید نظم نمبر،کراچی شمارہ ۸-۷،ص ۱۷۸
۲۴۔افتخار جالب،"لسانی تشکیلات اور قدیم بنجر" اشاعت اول،فرہنگ میر پور خاص،۲۰۰۱ء،ص ۱۳
۲۵۔ایریکا ژونگ،فنِ شاعری،ترجمہ؛سعید احمد،مشمولہ،معاصر شاعری،اسلام آباد،شمارہ نمبر ۱،نومبر ۲۰۰۶ء،ص ۱۲
۲۶۔فتح محمد ملک،نئی شاعری اور جدید شاعری"مشمولہ "نئی شاعری" (ایک تنقیدی مطالعہ) مرتب:افتخار جالب،لاہور،طبع اول جنوری ۱۹۶۶ء،ص ۱۰۹
۲۷۔ایریکا ژونگ،ص ۱۲
۲۸۔رفیع الدین ہاشمی،ڈاکٹر،ص ۹۶
۲۹۔فتح محمد ملک،ص ۱۰۸
۳۰۔انجم اعظمی،ص ۱۲۰
۳۱۔فتح محمد ملک،ص ۱۱۰-۱۰۹
۳۲۔فتح محمد ملک،ص ۱۱۰-۱۱۱
۳۳۔فتح محمد ملک،ص ۱۱۲
۳۴۔انجم اعظمی،ص ۱۲۰
۳۵۔انجم اعظمی،ص ۱۲۰
۳۶۔فتح محمد ملک،ص ۱۰۸
۳۷۔عزیز احمد مدنی،ص ۸
۳۸۔میراجی،ص ۸
۳۹۔سارتر،بحوالہ حامد عزیز مدنی،مرتب:"جدید شاعری" حصہ دوم،انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی،طبع اول ۱۹۹۰ء،ص ۸
۴۰۔ابرار احمد،ص ۱۳
۴۱۔والیس فاولی بحوالہ منہاج برنا "فرانسیسی شاعری"،مشمولہ "معاصر شاعری" اسلام آباد،نومبر ۲۰۰۶ء،ص ۳۲
۴۲۔احمد ندیم قاسمی،"اردو شاعری آزادی کے بعد"مشمولہ"نئی شاعری"،مرتب:افتخار جالب،لاہور،طبع اول جنوری،۱۹۹۶ء،ص ۲۳
۴۳۔اختر احسن،"نئی شاعری کا منشور"،مشمولہ "نئی شاعری" مرتب:افتخار جالب،لاہور،طبع اول جنوری ۱۹۶۶ء،ص ۳۳
۴۴۔احمد ندیم قاسمی،"اردو شاعری آزادی کے بعد" مشمولہ "نئی شاعری"،ص ۳۱
۴۵۔عزیز احمد مدنی،"جدید اردو شاعری"،حصہ دوم،ص ۴۷
۴۶۔محمد عسکری،"معاصر شاعری" اسلام آباد،نومبر ۲۰۰۶ء،ص ۱۸
۴۷۔فتح محمد ملک،ص ۱۱۲
۴۸۔فتح محمد ملک،ص ۱۱۳

۴۹۔عزیز احمد مدنی، ص ۱۱،۱۲
۵۰۔احمد ندیم قاسمی، ص ۲۳
۵۱۔فتح محمد ملک، ص ۱۱۴
۵۲۔احمد ندیم قاسمی، ص ۲۵
۵۳۔فتح محمد ملک، ص ۱۱۶
۵۴۔احمد ندیم قاسمی، ص ۳۰
۵۵۔میرا جی، ص ۱۶
۵۶۔انور سدید، ڈاکٹر، "اردو ادب کی تحریکیں" انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی، اشاعت اول ۱۹۸۵ء، ص ۴۸۴
۵۷۔احتشام حسین، سید، "تنقید اور عملی تنقید" لکھنؤ ۱۹۶۱ء، ص ۲۳۶
۵۸۔عزیز احمد، "ترقی پسند ادب" ادارہ اشاعت اردو حیدر آباد، ۱۹۴۵ء، ص ۴۷
۵۹۔اختر حسین رائے پوری، ڈاکٹر، "ادب اور انقلاب" نیشنل ہاؤس بمبئی س۔ن، ص ۲۴،۲۵
۶۰۔عزیز احمد مدنی، "جدید اردو شاعری"، حصہ دوم، ص ۱۲
۶۱۔انور سدید، ڈاکٹر، ص ۴۹۱-۹۲
۶۲۔عزیز احمد مدنی، "جدید اردو شاعری"، حصہ دوم، ص ۱۶
۶۳۔انور سدید، ڈاکٹر، ص ۵۰۴
۶۴۔انور سدید، ڈاکٹر، ص ۵۲۹
۶۵۔انور سدید، ڈاکٹر، ص ۵۲۹
۶۶۔انور سدید، ڈاکٹر، ص ۵۲۹
۶۷۔عزیز احمد مدنی، "جدید اردو شاعری"، حصہ دوم، ص ۱۹
۶۸۔ عزیز احمد مدنی، "جدید اردو شاعری"، حصہ دوم، ص ۱۹
۶۹۔میرا جی، ص ۹
۷۰۔انور سدید، ڈاکٹر، ص ۵۳۲
۷۱۔انور سدید، ڈاکٹر، ص ۵۳۲
۷۲۔انور سدید، ڈاکٹر، ص ۵۳۲
۷۳۔عبادت بریلوی، ڈاکٹر، "جدید شاعری" اردو دنیا کراچی، ۱۹۶۱ء، ص ۲۸۸
۷۴۔انور سدید، ڈاکٹر، ص ۵۳۲
۷۵۔انور سدید، ڈاکٹر، ص ۵۳۵
۷۶۔انور سدید، ڈاکٹر، ص ۵۳۵